مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اُس کا خاتمہ

تحریر: ڈاکٹر محمد ھمایوں عباس شمس،
شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

زیر نظر مقالہ میں بنیادی طور پر پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کا کیا مفہوم ہوسکتا ہے اور اسکے اسباب، اثرات اور تدارک پر بحث کی کوشش کی گئی ہے۔

انتہا پسندی کا مفہوم:

کسی فرد یا مذہبی گروہ کا اپنے بارہ میں یہ گمان کہ اسی کی رائے یا مکتب فکر ہی حق پر ہے اور باقی تمام لوگ باطل نظریات کے پیروکار ہیں اور ان کی روش صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں فروعی مسائل میں ضد اور ہٹ دھرمی کا ایسا طرز عمل اپنانا کہ بنیادی اور حقیقی مسائل نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ واضح رہے کہ تقویٰ اور احتیاط اور چیز ہے۔

قرآن کریم کی اصطلاح میں انتہا پسندی کے مختلف مظاہر کیلئے درج ذیل تعبیرات ہوسکتی ہیں۔ یہ تعبیرات انتہا پسندی کے متنوع پہلوؤں/عوامل/عناصر کو ظاہر کرتی ہیں۔

(ا) غلو فی الدین:[۱]

دین میں کسی چیز کا جو مقام و مرتبہ ہو اسکو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دینا ''غلو فی الدین'' ہے جو حکم صرف استحباب واستحسان کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کو فرض یا واجب قرار دے دیا جائے اور کسی فقیہ یا مجتہد کو امام معصوم بنا دیا جائے۔ حدیث میں ایاکم و الغلو فی الدین کہہ کر اہل اسلام کو اس سے منع کیا گیا ہے۔

ابوالکلام آزاد نے اس لفظ کی جو وضاحت کی ہے، حقیقتاً انتہا پسندی کی بہترین عکاس ہے ''یعنی حقیقت واعتدال سے متجاوز ہو کر بہت دور تک چلے جانا۔ اگر کسی کی محبت و تعظیم پر آئے تو اتنی تعظیم کہ اسے خدا کے درجہ تک پہنچا دیا۔ مخالفت پر آئے تو اتنی مخالفت کی کہ اس کی صداقت سے ہی انکار کر دیا۔ اگر زہد و عبادت کی راہ اختیار کی تو اتنی دور تک چلے گئے کی رہبانیت تک پہنچ گئے، اگر دنیا کے پیچھے پڑے تو اتنے چھوٹ ہو گئے کہ نیک و بد کی تمیز ہی اٹھا دی گئی''۔[۲]

عبداللہ یوسف علی نے اہل اسلام کو تنبیہ کی ہے:

Let our Muslims also beaware lest they fall into excesses either in doctrine or in formalism.[۳]

(۲) مغضوب:۴

وہ لوگ جنہوں نے اگر انبیاء کے پیغام کو قبول کیا تو اس کے کچھ حصہ کو تو ضائع کر دیا اور بقیہ کی کتر بیونت کر کے اپنی خواہشات کے مطابق بنالیا۔ پس انتہا پسند وہ طبقہ ہے جس نے دین کو اسکی اصل اور حقیقی شکل میں نہ رہنے دیا۔ ہر دور کے علمائے سوء اسکی بہترین مثال ہیں۔

(۳) ضالین:۵

جن لوگوں نے اعمال میں گمراہی اختیار کی اور وضع کردہ احکامات میں تحریف کی جیسے الصلوۃ، الصیام اور دیگر عبادات کے مفہوم میں خطا اور انحراف سے کام لیا۔ اس دور کے جاہل اور اجڈ صوفیہ اسکی مثال ہیں۔

(۴) جہل:۶

جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی شرارت، ظلم، یا گناہ کا کام کرنا۔

(۵) فساد فی الارض:۷

کسی چیز کا حد اعتدال سے تجاوز کر جانا- انتہا پسندی میں بھی بنیادی چیز راہ اعتدال سے ہٹ جانا ہے۔

(۶) رہبانیت:۸

رہبانیت کا معنی شدید تعبد ہے۔ انتہا پسندی کی یہ وہ عملی صورت ہے جو دین سے برگشتگی کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے "لا رهبانية فى الاسلام" کہہ کر اسکی شدید مذمت کی ہے۔ انتہا پسندی کی یہ شکل اخلاقی تنزل، سستی و کاہلی، بدنیتی، غرور تکبر اور نامعقول احساس برتری کا سبب بنتی ہے۔

(۷) فتنہ:۹

کسی کو جبر و ظلم سے اس کے مذھب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کو فتنہ کہتے ہیں اور اسکو شدید جرم کہا گیا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کا مکر و فریب، فساد، شرک، رسوائی اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ یہ بہت سے اجتماعی مفاسد، اختلاف، پراگندگی اور خونریزی کا سرچشمہ ہے۔

(۸) طاغوت:۱۰

کسی چیز کا اپنی مناسب حد سے آگے بڑھ جانا اور سرکشی اختیار کرنا اسے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

ان تعبیرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ "جہل" کے نتیجہ میں انتہا پسندی (غلو فی الدین) رونما ہوتی ہے تو "مغضوب" اور "ضالین" کی صورت میں دو انتہا پسند طبقے معرضِ وجود میں آتے ہیں جس سے معاشرہ، فتنہ، رہبانیت اور طاغوت کا شکار ہو کر "فساد فی الارض" کا مظہر بن جاتا ہے۔

کیا امت مسلمہ انتہا پسند ہو سکتی ہے؟

عصر حاضر میں انتہا پسندی کی اصطلاح کیلئے قرآنی تعبیرات سے یہ واضح ہے کہ امت محمدیہ کسی بھی صورت میں انتہا پسند نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک طرف حد اعتدال کی روش سے انحراف کرنے والے تمام تر مظاہر کو قرآن نے ناپسند کیا تو دوسری طرف فرعون اور قارون کی صورت میں انتہا پسندی کے انجام کو عیاں کیا۔ قرآن کریم نے اس امت کو ایک ایسے خطاب سے نوازا جس کا احساس ہوتے ہوئے یہ امت بحیثیت مجموعی انتہا پسندی کا کبھی اور کسی بھی صورت میں شکار نہیں ہو سکتی۔ یہ ایسی امت ہے جو کندرو ہو نہ تندرو، افراط میں ہو نہ تفریط میں بلکہ ایک نمونہ ہو اور اس کے لئے "امت وسط" جیسی جامع ترین اصطلاح استعمال کی گئی۔

كذلك جعلنكم امة وسطا.[۱۱] یہ امت معتدل ہے ہر جہت سے۔

(۱) عقیدہ کے لحاظ سے راہِ غلو اپناتی ہے نہ تقصیر و شرک کی راہ چلتی ہے۔

(۲) یہ نہ کلی طور پر دنیا میں غرق ہے کہ معنویت اور روحانیت کو بھول جائے اور نہ ہی عالم معنویت و روحانیت میں ایسی ڈوبی ہوئی کہ جہانِ مادہ سے بالکل بے خبر۔

(۳) یہودیوں کی طرح مادہ پرست ہے اور نہ عیسائیوں کی طرح رہبانیت کی دلدادہ۔

(۴) اس طرح نہیں ہے کہ اپنی معلومات پر جمود کا شکار ہو جائے اور دوسروں کے علم کی پذیرائی نہ کرے اور نہ اس احساس کمتری میں مبتلا ہے کہ ہر آواز کے پیچھے لگ جائے۔

(۵) روابط اجتماعی کے اعتبار سے یہ دنیا سے الگ تھلگ نہیں اور نہ اپنی اصالت و استقلال کو چھوڑنے والی۔

(۶) دولت پر سانپ بن کر بیٹھنا اس امت کا وتیرہ نہیں اور ذاتی ملکیت کی نفی اس شریعت کا مزاج نہیں۔[۱۲]

الغرض "امت وسط" کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔[۱۳]

احادیث۔ یہ امت انتہا پسند نہیں۔

(۲) **لاتشددوا على انفسكم فيشدد عليكم كان سددوا على انفسهم فشدد**

علیهم فتلک بقایاهم فی الصوامع ولدیارات۔ ۱۴

اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ یہ سختی تم پر لازم کردی جائے گی۔ ایک گروہ نے (انتہا پسندی کا رویہ اپنا کر) اپنے اوپر سختی کی تو اس پر سختی کی گئی، اس گروہ کے باقی افراد صوامع اور راہب خانوں میں ہیں۔

(۲) ابوموسیٰ اشعری کو یہ نصیحت کی ''نرمی کرنا سختی نہیں، خوشخبری سنانا، متنفر نہ کرنا، مل جل کر رہنا، باہمی اختلاف سے بچنا۔ (متفق علیہ) یسروا لاتعسروا لا تنفروا۔ ۱۵

(۳) دین آسان ہے اور جو انتہا پسندی کا رویہ اپنائے گا تو وہ مغلوب ہو جائے گا۔ پس سیدھی اور میانہ روی کی راہ اپناؤ اور بشارت حاصل کرو۔ ۱۶

(۴) کچھ لوگوں نے ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ گھر کی تنہائیوں میں کیا کرتے ہیں۔ پھر ازواج مطہرات کا جواب سن کر ان لوگوں نے آپ کے عمل کو قلیل سمجھا۔ ان لوگوں سے کسی نے کہا میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا، کسی نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا، کسی نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا، پھر جب نبی کریم ﷺ کو ان لوگوں کی یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز کیلئے کھڑا بھی ہوتا ہوں نیز میں گوشت بھی کھاتا ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔ ۱۷

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا عطا فرمودہ دین راہ اعتدال پر مبنی ہے اور اس راہ اعتدال سے انحراف انتہا پسندی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ تھی۔

یہاں پر یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ انتہا پسندی کے کسی بھی رویہ کو اپنانا اسلام میں پسندیدہ نہیں لیکن ایک مسلمان کا اپنے معتقدات پر یقین کامل اور ان کی حقانیت کا ایمان انتہا پسندی نہیں۔

پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کے اثرات:

ڈاکٹر مصطفیٰ محمد الطحان کے بقول: ''انتہا پسندی فرد اور معاشرے کے خلاف جرم ہے...... وہ صحیح اسلامی روح کے منافی ہے'' انتہا پسندی کے معاشرہ پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خارجی اور معتزلی تحریک سے امت کو پہنچنے والے نقصان سے بھی اسکا اندازہ لگایا جاسکتا ہے (ماضی میں یہ دونوں تحریکیں انتہا پسندی کی واضح مثال ہیں)۔ پاکستان میں انتہا پسندی کے اثرات درج ذیل ہیں:

(الف) اسلامی تحریکیں افرادی قوت کے غلط استعمال کی وجہ سے دیگر تحریکوں سے پیچھے رہ گئی ہیں۔ افرادی قوت کے ساتھ ساتھ کثیر مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا جس کے نتیجے میں یورپ

کی مختلف این جی اوز معرضِ وجود میں آئیں۔

(ب) جس طرح جنگ اپنے بعد ہولناک مسائل چھوڑ جاتی ہے اسی طرح انتہا پسندی کے عملی مظاہرہ کے بعد مختلف قسم کے جانی نقصانات نے یتیموں اور بیواؤں کا مسئلہ پیدا کردیا۔

۱۹۸۷ء سے مارچ ۲۰۰۲ء تک ایسے واقعات میں ہلاک/زخمی ہونے والے افراد کا جدول درج ذیل ہے:

سال	کل واقعات	زخمی	ہلاک
1987ء	25	153	11
1988ء	10	10	1
1989ء	67	67	10
1990ء	274	274	32
1991ء	180	263	53
1992ء	135	119	58
1993ء	90	247	39
1994ء	162	316	73
1995ء	88	180	59
1996ء	71	210	83
1997ء	97	175	200
1998ء	36	80	132
1999ء	21	45	53
2000ء	24	90	37
2001ء	54	180	154
2002ء	10	39	21
ٹوٹل	1342	2450	1016

(ج) یہ بھی ہوا کہ انتہا پسندی سے اسلام کی تصویر مسخ ہوئی۔ اسلام کو جنگ وجدل، نقص امن اور عدم برداشت کا مذھب قرار دیکر ''اسلام'' اور دھشت گردی کو مترادف قرار دے دیا گیا۔ اس دوران بہت سے لوگوں نے اپنی ذاتی دشمنیوں کو اسلامی تحریکات سے وابستہ کردیا۔

(د) ایسا کثیر مناظرانہ لٹریچر شائع ہوا جس نے جذباتیت کو پروان چڑھایا۔

(ر) عوام فکری خلفشار کا شکار ہو گئے جسکی وجہ سے جدید حلقہ ارتداد، ارتیاب اور شک کا شکار ہو گیا مگر اس فکری ارتداد کو روکنے کیلئے ''ابوبکر'' موجود نہیں۔

پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کی دو جہتیں:

پاکستان میں انتہا پسندی دو پہلوؤں سے قابل توجہ ہے دونوں کے اعتبار سے جائزہ ضروری ہے لیکن مقالہ ہذا میں زیادہ زور پہلی پر دیا جائے گا اور دوسری ضمناً شامل ہوگی۔

۱۔ بین المسالک انتہا پسندی (اہل اسلام کے مختلف مسالک کے مابین)

۲۔ بین المذاہب انتہا پسندی (یعنی عیسائیت، مسلمانوں اور دیگر الہامی وغیر الہامی مذہب کے درمیان)

بین المسالک انتہا پسندی/ مذہبی انتہا پسندی

پاکستان میں بسنے والے مختلف مکاتب فکر ایک دوسرے کے خلاف باہم دست وگریباں ہیں۔ اسکالازمی نتیجہ تشتت وافتراق ہے۔

؎ شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اسکا

آئمہ کے فروعی اور جزوی اختلافات پر فرقوں اور مذہبوں کی بنیاد رکھنے والے علماء نے فرقہ ہائے اسلامی کو باہمی نفرت اور نزاعات کا ذریعہ بنالیا ہے اور نفاق پرور علماء نے فقہ اسلامی کے نام پر تمام دنیا کو فتنہ وفساد سے بھر دیا۔ مختلف فرقوں کے باہمی عناد و پرخاش کا یہ عالم ہے کہ مسجد کے منبروں تک سے ایک فرقۂ غالب دوسرے فرقہ مغلوب پر لعنت بھیجتا ہے۔

ان اختلافات نے تین قسم کے انتہا پسندانہ نظریات کو فروغ دیا۔ ان تین چیزوں سے ہی پاکستانی مسلمانوں کا جذباتی استحصال کیا گیا جس سے امت کی وحدت ہی پارہ پارہ نہ ہوئی بلکہ پاکستان بھی کمزور ہو گیا وہ تین نظریات اور ان کے بارہ میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

۱۔ فتاویٰ کفر ۲۔ فتاویٰ شرک ۳۔ جہادی کلچر

فتاویٰ کفر:

چند غلط فہمیوں کی بنا پر مختلف مذہبی گروہوں نے ایک دوسرے پر کفر کے فتاوی لگائے جسکے نتیجے میں انتہا پسندوں کے دو گروہ وجود میں آئے، حالانکہ کلمہ گو کو کافر کہنا شریعت اسلامی میں ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ حدیث میں ہے: اذاقال الرجل لاخیه کافر فقدباءَ بهااحدهما۔ [۱۸] جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو بے شک ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کلمہ کفر کا حق

دار ہو جاتا ہے۔

یہی وہ خطرہ ہے جسکی وجہ سے علمائے کرام اور فقہاء عظام نے تکفیر مسلم کے معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھا۔ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عطا فرمائے مسلمان کو کافر کہنے پر اقدام بڑی دشوار چیز ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان ہوگا وہ بدمذہبوں کے کافر کہنے کو بھی خطرناک جانے گا"۔ ۱۹

یقیناً کافر کہنا بڑا ہولناک اور بڑے خطرے کی چیز ہے۔ اس سلسلہ میں سیرت نبوی سے یہ نکتہ سمجھنا ضروری ہے، کہ جب حالت جنگ میں حضرت اسامہ نے ایک مد مقابل کو عین اس وقت قتل کر دیا جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا ظاہر ہے کہ اس حالت میں کلمہ پڑھنا موت کے خوف کی وجہ سے ہی ہوگا مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ ۲۰ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک کوئی علی الاعلان ضروریات دین کا انکار نہ کرے اس وقت تک اسے مسلمان ہی سمجھنا چاہیے اور اس کے قتل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر سمجھ کر قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی علماء اور صوفیا دونوں کے لئے مسلمہ شخصیت ہیں۔ وہ اہل قبلہ کو کافر کہنے کے بارہ میں ایک بصیرت افروز بات لکھتے ہیں: "چونکہ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں ان کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ ضروریات دینیہ کا انکار نہ کریں اور احکام شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں اور جو چیز یقینی طور پر دین میں آئی ہے اسکو رد نہ کریں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی میں ننانویں وجہ کفر کی ظاہر ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے کفر کا حکم نہ کرنا چاہیے"۔ ۲۱

کفر کے ان فتاویٰ کا ایک سبب قلت علم بھی ہے۔ عوام الناس میں اس قلت علم کی بناء پر ایک حدیث کے بارہ میں غلط فہمی پیدا کی گئی جس کے نتیجہ میں تصلب مذہبی نے جنم لیا۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میری امت ۷۳ گروہوں میں تقسیم ہو جائیگی "کلها فى النار الا واحدة۔ ۲۲ اس روایت کی بناء پر ہر گروہ نے اپنے آپ کو جنتی گروہ میں شمار کیا اور دوسرے گروہ کو جہنمی جس سے مسلمانوں کی وحدت میں ایک خلیج حائل ہوگئی، یہ سمجھا جانے لگا کہ جنتی اور جہنمی ایک کیسے ہو سکتا ہے۔ یقیناً اہل جنت اور اہل جہنم دو مختلف گروہ ہیں لیکن کیا حدیث کا یہی مفہوم ہے جو عام طور پر سمجھایا گیا؟ حقیقت حال پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ہمارے ذوق فرقہ پرستی نے جو سمجھا وہ صحیح نہیں کیونکہ

(۱) اس مضمون کی روایات کثرت طرق کی بناء پر صحیح ہیں نہ کہ ہر روایت۔ ایسی روایت کی بناء پر

کسی کو جہنمی قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ یہ قرینہ بھی موجود ہے کہ حدیث میں ایک فرقہ کے علاوہ باقی فرقوں کو بھی میری امت فرمایا گیا ہے (ستفترق امتی) کافر نہیں کہا گیا۔

(۲) خلود فی النار اور دخول فی النار میں فرق ہے۔ ایک فرقہ تو بغیر کسی سزا کے براہ راست جنت میں جائے گا اور دوسرے لوگ آہستہ آہستہ سزا پوری کرنے کے بعد جنت میں جائیں گے کیونکہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا اس کیلئے خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنا) کی سزا نہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وعید اور تنبیہ ہو۔ اس خیر امت کو تو ''امت واحدۃ'' بن کر رہنا چاہیے تھا نہ کہ خود افتراق و انتشار کا شکار ہو کر اسلام کی کمزوری کا سبب بنتا۔ شاید اسی وجہ سے فرقہ ناجیہ کے اوصاف ان روایات میں الجماعۃ، السواد الاعظم، وما کان علیہ واصحابہ بتائے گئے ہیں جو امت کے اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

فتاویٰ شرک:

جس طرح کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر نہیں کہہ سکتے اسی طرح اسے مشرک بھی نہیں کہا جا سکتا قرآن نے یہود و نصاریٰ کے شرک بواح کے باوجود مشرک کا لفظ استعمال نہ کیا اگرچہ ان کے طرف فعل شرک کی نسبت کی۔ ہمارے ہاں کلمہ گو مسلمانوں پر شرک کے فتاویٰ کی اس قدر بوچھاڑ ہے کہ تمام مسلمان شرک میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔ ان فتاویٰ سے انتہا پسندی کا ایک دوسرا مظہر سامنے آیا جو پہلے سے مختلف ہے۔

خورشید گیلانی مرحوم نے کفر و شرک کے ان فتاوی کا ذکر کس دلسوزی سے کیا ہے:

''دنیا امت محمدی کو مسلمان کے طور پر دیکھتی ہے خواہ وہ مسلمان ایران کا شیعہ ہو، پاکستان کا سنی ہو، ہندوستان کا دیوبندی ہو اور سعودی عرب کا اہلحدیث ہو، دنیا کے نقشے اور اقوام متحدہ کے دفتر میں یہ ممالک مسلمان سمجھے جاتے ہیں، کوئی انہیں مشرک، کافر، یہودی اور عیسائی ملک قرار نہیں دیتا۔ حج بیت اللہ مسلمان کرتے ہیں کوئی سکھ، ہندو حج کو نہیں جاتا، قبلہ رخ نماز مسلمان پڑھتے ہیں کوئی یہودی اور بدھ نہیں پڑھتا مگر ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اندر کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہے اگر ہم ایک دوسرے کے فتوؤں کے مطابق کافر ہیں اور گمراہ، مرتد اور بدعتی، مشرک اور گستاخ رسول ہیں تو اس جزیرے کی ضرور نشاندھی کی جائے جہاں مسلمان بستے اور سانس لیتے ہیں''۔[۲۳]

جہادی کلچر:

مسئلہ کشمیر اور افغان جنگ کے نتیجہ میں تیس ہزار پاکستانی نوجوان داعی اجل کو لبیک کہہ چکے

ہیں اور ۲ لاکھ نوجوانوں نے جہادی اور فرقہ ورانہ تنظیموں میں سرگرمی سے شرکت کی اور جہادی تنظیموں نے ان مجاہدین کے لئے دو ارب سے زائد رقم بھی خرچ کی۔ اس کے نتیجہ میں کابل ملا اور نہ ہی سری نگر لیکن پاکستان میں جہاد کے نام سے ایک ایسا کلچر وجود میں آیا جس نے مذہبی انتہا پسندی کو فروغ بھی دیا اور جہاد کے نام پر اسلامی فکر جہاد کو رسوا بھی۔ جہادی تنظیموں کی بنیاد چونکہ مختلف مکاتب فکر کے دینی مدارس تھے اس لئے عوم الناس میں جنونیت کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک کے حوالہ سے غلو کا پیدا ہونا لازمی عنصر تھا۔ (پاکستان میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی تقریباً ۱۰۴ جہادی تنظمیں ہیں)۔ الغرض جہادی اسلام پر مبنی فکر نے انتہا پسندی کی ایک زبردست لہر کو فروغ دیا۔ ہمارے بہترین دماغ، زندگیاں اور سرمایہ انتہا پسندی کی نذر ہو گئے۔ طالبان/ القاعدہ کو دنیا بھر میں انتہا پسندی کی علامت بنا کر مسلمانوں کیلئے مسائل پیدا کئے گئے۔

انتہا پسندی کے درج بالا تین علمی/عملی افکار کے نتیجہ میں معاشرہ پر جو اثرات مرتب ہوئے اسکی بھی عموماً تین صورتیں ہی سامنے آئی ہیں:

۱۔ بے گناہوں کا قتل

۲۔ ایک جگہ ہوئے ظلم کے بدلے میں دوسری جگہ کے افراد سے بدلہ لینا

۳۔ رائے عامہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے غیر متعلق لوگوں پر ظلم کرنا۔

پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کے اسباب:

پاکستان کے معروضی حالات کے پیش نظر یہاں مذہبی انتہا پسندی کے آغاز اور پھر نشوونما کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

(۱) مذہب کا غلط استعمال:

پاکستان میں وڈیروں، سیاستدانوں اور علمائے سوء نے مذہب کو اپنے ذاتی پھر سیاسی مفادات کیلئے استعمال کیا جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ عوام الناس شعور و علم سے عدم آگہی کی بناء پر انتہا پسند رویوں کا شکار ہو گئے۔ کئی فرقہ ورانہ تنظیموں کے پس پردہ سرمایہ داروں کا ہاتھ ہے۔ یہ لوگ مذہب کی آڑ میں کاروباری/ سیاسی رقابتیں نبھاتے ہیں۔

(۲) جہالت:

علم شریعت سے ناواقفیت کی بناء پر بھی پاکستان میں انتہا پسندی کے رجحانات پیدا ہوئے۔ دینی مدارس نے طلباء کو ضخیم لٹریچر تو ازبر کروادیا لیکن ان کے پس پردہ جو دینی روح اور فکر کارفرما تھی اس

کیلئے بصیرت پیدا نہ کی، یونیورسٹیوں میں تیار ہونے والے اساتذہ نے دین کا مطالعہ صرف ثانوی مآخذ سے ہی نہ کیا بلکہ ادھورا مطالعہ ''نیم ملا خطرہ ایمان'' کا سبب بنا۔ اندھی تقلید اسی جہالت کا نتیجہ اور انتہا پسندی کا سرچشمہ ہیں۔

(۳) **بیروزگاری/غربت:**

ہمارے معاشرہ میں بے روزگاری اور غربت نے انتہا پسندانہ نظریات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ تباہ حال طبقوں کی فاقہ مستی انتہا پسندی کا رنگ لایا کرتی ہے۔ ڈاکٹر محبوب الحق نے ''جنوبی ایشیاء میں انسانی ترقی'' کے حوالہ سے ۱۹۹۷ میں ایک رپورٹ مرتب کی اس کے مطابق ''اندازہ ہے کہ اس وقت غریبوں کا تناسب کل آبادی کا ۳۰% ہے جو ۱۹۹۰ میں ۲۰% تھا یعنی بہ الفاظ دیگر گذشتہ پانچ سال (۹۵-۱۹۹۰) میں انتہائی غریب افراد کی تعداد میں ۱۸ملین افراد کا اضافہ ہو گیا''۔

(محبوب الحق، ڈاکٹر، جنوبی ایشیا میں انسانی ترقی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی ۱۹۹۷ء ص:۲۳)

بھوکا آدمی صرف اپنی بھوک مٹانے کا غرض مند ہوتا ہے اسے دنیا کے کسی انسان یا مذھب سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی اور جب بھوکے کو وڈیرے استعمال کریں تو انتہاء پسند طبقہ ہی معرض وجود میں آئے گا۔

(۴) **غیر ملکی امداد:**

بے روزگاری اور غربت کے ہاتھوں تنگ نوجوانوں (بلکہ حکومت نے بھی) نے غیر ملکی اشاروں پر، مادی ضروریات کی تکمیل کیلئے انتہا پسند رجحانات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ عامر رانا کے بقول: ''امریکہ نے بے پناہ وسائل اس افغان جنگ میں جھونکنا شروع کر دیئے۔ برزنسکی نے ۳ جولائی ۱۹۷۹ کو انکشاف کیا کہ جمی کارٹر نے اس مقصد کیلئے ۵۰۰ ملین ڈالر کا ایک خفیہ فنڈ منظور کیا تھا یہ خفیہ امریکی فنڈ عوام اور کانگریس سے بھی خفیہ رکھا گیا تھا۔ جان پلگر کے بقول: اس فنڈ کا مقصد ایک ایسی عالمی دہشت گرد تحریک کا قیام تھا جو وسط اشیا میں روسی حکومت کو ختم کرنے کیلئے اسلامی بنیاد پرستی کو فروغ دے سکے۔ امریکہ اور سعودی عرب نے افغان جنگ کے دوران افغانستان اور پاکستان کو ۴۰۵ بلین امریکی ڈالر فراہم کئے اور اسلحے اور منشیات کے کاروبار کے ساتھ ساتھ جہاد اس خطے کا اہم کاروبار بن گیا''۔ ۲۴

غیر ملکی دولت، ارتکاز دولت کا سبب بھی بنی جس نے انتہا پسندی کو مادی توانائی فراہم کی۔

(۵) **روحانیت کا فقدان:**

بیروزگاری، غربت، غیر ملکی امداد اور مادہ پرستی کے نتیجہ میں روحانی اور اخلاقی قدریں ناپید ہو گئیں۔

خون سفید ہوگئے اور ذاتی مفادات کی بالا دستی قائم ہوگئی۔ عصر حاضر کی طرف ہی اشارہ فرماتے ہوئے رحمت دوعالم نے فرمایا تھا: ''عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تمہارے خلاف دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جس طرح بھوکے ایک دوسرے کو خوان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا یہ اس وجہ سے ہوگا کہ ہم لوگ اس زمانہ میں کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تعداد میں تم اس زمانے میں بہت زیادہ ہوگے لیکن اس زمانے میں تمہاری حیثیت سیلاب کے رخ پر بہنے والے خس وخاشاک اور جھاگ کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال باہر کرے گا اور خود تمہارے دلوں میں وھن پیدا کردے گا۔

پوچھا گیا وھن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حب الدنیا و کراھیة الموت. کہ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ ٢٥

(٦) انتہا پسندی کے خاتمہ کی آڑ میں انتہا پسندی:

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں مذہبی انتہا پسندی کے خاتمہ کی آڑ میں انتہا پسندوں کا ایک نیا گروہ تیار ہوگیا جس نے تعقل وتفکر کے بل بوتے پر اباحیت پسندی اور مادر پدر آزادی کو اپنا لیا۔ قرآن وحدیث میں من مانی تاویلات کیں اور سلف صالحین کی سیرت وکردار کو مشکوک بنانے کی سعی مذموم کیں۔ جب تک انتہا پسندوں کا یہ گروہ موجود ہے دوسرا ختم نہیں ہوسکتا۔

انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے اسلام کی تعلیمات:

امت محمدیہ کو ''امت وسط'' قرار دینے کے بعد انتہا پسندی کے سد باب کیلئے کوئی اور کوشش نہ بھی کی جاتی تو تنہا یہی وصف کافی تھا کیونکہ یہ ''خیرامت'' پر منتج ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام نے ایسی تعلیمات پیش کیں جن پر عمل کے نتیجہ میں انتہا پسندی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایسی تعلیمات کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے:

(١) مقاصد شرعیہ:

شریعت کے جو عمومی مقاصد ہیں وہ از خود اس چیز کے مظہر ہیں کہ دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام مبعوث فرمایا ہے۔ ٢٦ ان چیزوں کی حفاظت سے معاشرتی انتشار، بے سکونی، قلبی بیماریاں ختم ہوں گی اور معاشرہ مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار ہوگا۔

(٢) تعصب وجاہلیت کا خاتمہ:

تعلیمات نبوی کی روشنی میں یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ کسی قسم کا تعصب اور جاہلیت کی رمق بھی

اسلامی معاشرہ میں قابل قبول نہیں، جاہلیت وعصبیت سفا کی و بے رحمی کو جنم دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے عصبیت کے ہر در کو بند کیا۔

لیس منا من مات علی العضبیة،لیس منامن دعاالی العصبیه،لیس منا من قاتل علی العصبیه. [۲۷]

جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ عصبیت اور جاہلیت تو آپ کو اتنی ناگوار تھی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ماں کی گالی دی تو آپ نے اسے بھی جاہلیت سے تعبیر فرمایا: **انک امرءِ وفیک جاهلية.** [۲۸]

اس ناگوار جذبہ کے تحت اپنے مکاتب فکر کے مختلف نام رکھنا اور اشتعال انگیز نعرے لگانا نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ ایک غزوہ میں گھوڑوں کو پانی پلاتے ہوئے دو افرادِ مہاجر و انصار میں تکرار ہوگئی۔ جس کے نتیجہ میں دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو اے گروہ انصار اور اے گروہ مہاجرین کہہ کر پکارنا شروع کر دیا لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے مگر جوں ہی یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی فوراً آپ باہر تشریف لائے اور سختی سے فرمایا: **مابال دعوی الجاهلية.** [۲۹] یہ کیا جاہلیت کی پکار ہے۔

(۳) فروعی مسائل میں راہِ اعتدال:

ہر فرد کی رائے ایک ہی مسئلہ پر یکساں نہیں ہوسکتی قرآن وحدیث سے استنباط مسائل میں سلف صالحین کی آراء میں تنوع ہے۔ اس کے باوجود (استثنائی حالات چھوڑ کر) سلف صالحین کے دلوں میں ایک دوسرے کا احترام تھا۔ جس اسلام نے مشرکین کے معبودان باطل کیلئے یہ حکم جاری فرمایا:

ولا تسبواالذین یدعون من دون اللّٰه فلیسبوا اللّٰه عدوا بغیر علم. [۳۰]

وہ مسلمان باہم کس طرح برسرِ پیکار ہوسکتے ہیں (اغیار کی سازشوں سے ایسا ضرور ہوا)۔ تاریخ اسلام میں ایسا بھی ہوا کہ مسلکی تعصب نے سقوط بغداد کا رنگ دکھایا اور آج بھی اسکا نتیجہ بزدلی، دون ہمتی اور پست ہمتی کی صورت میں نکلا ہے جس اسلام نے اہل کتاب کیلئے مشترکہ نکات کی بنیاد پر اتحاد و اتفاق کی گنجائش رکھی ہے تو اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے اس آیت کی روشنی میں مشترکہ پلیٹ فارم پر اتحاد کیوں نہیں ہوسکتا۔

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا وبینکم . [۳۱]

اس سلسلہ میں ایسے علماء کے اقوال اور بعض واقعات نقل کیئے جاتے ہیں جنہوں نے راہ اعتدال کو اپنایا اور انتہا پسندی کے اس زمانہ میں یہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

(۱) حضرت عثمانؓ نے منٰی میں دوگانہ کی بجائے چار رکعت ادا کیں۔ حالانکہ صحابہ کبارؓ کا معمول قصر ہی تھا۔ صحابہؓ جب حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز ادا کرتے تو چار ہی پڑھتے جب اس تضاد کا سبب پوچھا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا امت میں انتشار پیدا کرنا شر ہے دو کیا؟ چار کیا؟ اختلاف اپنی جگہ لیکن اس اختلاف کو وجہ اختلاف بنانا درست نہیں۔۳۲

صحابہؓ کو امت کے اتحاد و اتفاق کا کس قدر خیال تھا لیکن آج صحابہ ہمارے عقیدتوں کے مرکز تو ضرور ہیں لیکن عملی اور فکری حوالہ سے ہم ان سے کوسوں دور۔ آج ہم ان کے رستے پر چل کرامت کو انتہا پسندی کے نرغے سے کیوں نکال نہیں رہے؟

(۲) فقہی آراء کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے اہلحدیث مکتبہ فکر کے نامور عالم حافظ محمد گوندلوی لکھتے ہیں: ''یہ سارے کام فعلی ہیں سنت سے ثابت ہیں۔ باہمی فقہی اختلافات کے باوجود کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا فرض ہے اور پھر سنت بھی اس قسم کی ہے کہ اس کے ترک سے نماز ہو جاتی ہے۔ انور شاہ صاحب نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح اذان، اقامت کے مسائل ہیں ان تمام مسائل میں اختلاف جواز کا نہیں اختیار کا ہے اور دونوں طرح جائز ہے کوئی اس طرح کرے اور کوئی اُس طرح۔۳۳

اس سلسلہ میں خطباتِ بہاولپور میں ڈاکٹر حمید اللہ کا اپنے پرائمری سکول کے ایک استاد کا یہ بیان بھی اعتدال کی روش اپنانے اور ایسے مسائل کی حقیقت سمجھنے میں ممد و معاون ہو سکتا ہے: ''شیعہ اور سنی بھائی بھائی ہیں دونوں مسلمان ہیں۔ اصل میں ان میں جو فرق ہے وہ ایک مصلحت سے ہے اللہ میاں کو اپنے حبیب رسول ﷺ کی ذات اقدس سے اس قدر محبت تھی کہ اس نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر سنت کو قیامت تک محفوظ رکھے۔ رسول اللہ نے کبھی یوں نماز پڑھی اور کبھی دوسری طرح پڑھی۔ اگر سارے لوگ ایک ہی طریقے سے پڑھیں تو دوسرے طریقے سے پڑھی ہوئی رسول اللہ کی نماز غائب ہو جائے گی۔ لہٰذا ان کی ایک سنت پر یہ لوگ عمل کر رہے ہیں اور دوسری سنت پر وہ لوگ لیکن دونوں رسول ﷺ ہی کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔۳۴

کاش ہمارے اندر بھی محبت رسول کا ایسا جذبہ آئے جس سے وحدت امت کی راہ نکلے۔

(۳) حضرت ابن عمر، ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خارجیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔

جب کہ ابن الزبیر کی خارجیوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ ابن الزبیر اور خوارج دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ ان کی آپس میں جنگ ہے آپ نے فرمایا جو بھی حی علی الفلاح کہے گا میں اس کے ساتھ آواز ملاؤں گا لیکن جو کسی مسلمان بھائی کو قتل کرنے اور اس کا مال لوٹنے کے لئے پکارے گا میں اس کی بات نہیں مانوں گا۔ ۳۵

(۴) امام احمد بن حنبل نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کسی کے پیچھے پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھے گا وہ بدعتی ہے۔ ۳۶

(۵) کاش ہم حسن بصری کو ماننے والے ان کے اس قول کو مان لیں: ''مومن، منافق کے پیچھے نماز پڑھے تو اسکی نماز کا کوئی نقصان نہیں اور منافق مومن کے پیچھے پڑھے تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ۳۷

(۶) ابن حزم لکھتے ہیں: ہمارے علم میں کوئی صحابی بھی ایسا نہیں جس نے مختار، عبیداللہ بن زیاد اور حجاج کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کیا ہو حالانکہ ان سے بڑھ کر کوئی فاسق نہیں۔ ۳۸

(۷) قاضی ابو یوسف اور امام محمد عیدین میں تکبیر، ابن عباس کے مذہب کے مطابق کہتے تھے۔ ۳۹

(۸) القفال شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابو عاصم حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تو مؤذن سے کہا کہ آج اذان ترجیع کے بغیر، حنفی طریقہ کے مطابق دی جائے۔ اذان کے بعد علامہ القفال شافعی نے ابو عاصم حنفی سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تو ابو عاصم حنفی نے رفع یدین کے ساتھ شافعی طریقہ سے نماز پڑھائی۔ ۴۰، ۴۱

درج بالا واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلاف امت میں وحدت کو سب سے زیادہ ضروری خیال کرتے تھے۔ دور حاضر کے مسلمانوں نے شعوری یا لاشعوری طور پر فقہی مسالک و مکاتب فکر کو اصل دین سمجھ لیا۔ یہی انتہا پسندی کی روش ہے۔ درج بالا مثالیں اس سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مالکیہ، احناف، شوافع، حنابلہ اور جعفریہ سب کے سب قابل احترام ہونے کے باوجود فقہی مکاتب فکر ہیں۔ اصل دین قرآن اور سنت ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری، فقہ حنفی کے نامور وکیل سمجھے جاتے ہیں۔ ایک دن تلامذہ نے حالت غم میں دیکھا تو اس کرب واضطراب کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے: ہم نے ساری زندگی اس بات میں لگادی کہ حنفی مسلک کی ترجیح اور فضیلت دوسرے مسالک کے مقابلہ میں ثابت کردیں، جبکہ ہماری اصل ذمہ داری تو اسلام کی اساسی تعلیمات کو پیش کرنا تھا'' ۴۲

اسی طرح مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد مولانا محمود الحسن نے دار العلوم دیو بند میں علماء کے سامنے کہا کہ ہم

نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں اور وضاحت کرتے ہوئے کہا میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی ۴۳ علماء نے اس ذمہ داری کا احساس نہ کیا تو نتیجہ ساری امت بھگت رہی ہے۔

اعتدال پسندی کی اس بحث کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جزوی و فروعی مسائل میں اختلاف لازمی ہے۔

۲۔ اس قسم کے اختلافات پر تقلید جامد اور تعصب مذہبی کی بنیاد رکھنا ناجائز ہے۔

۳۔ تقلید کا لازمی نتیجہ فرقہ بندی اور فرقہ بندی کا ثمر تعصب باہمی آویزش و رنجش ہے۔

۴۔ زوال تحقیق کا نتیجہ فتنہ کاوش و تعمق اور جزئیات پرستی ہے اس لئے تفریعات کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف بنیادی اصولوں پر قصر شریعت تعمیر کرنا چاہیے۔

(۴) انسانی قتل اور ظلم کی ممانعت:

پہلے یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ انتہا پسندی کا عملی اثر قتل انسانی یا انسانوں پر ظلم کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں سے منع کیا ہے۔ اس سلسلہ کی چند تعلیمات درج ذیل ہیں:

۱۔ بوڑھے ضعیف چھوٹے بچے اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ ۴۴

۲۔ جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔ (فلا یرح رائحة الجنة) ۴۵

۳۔ جو ہمارا ذمی ہے اسکا خون ہمارے خون کی طرح ہے۔ ۴۶

۴۔ نبی کریم ﷺ نے تڑپا تڑپا کر قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ ۴۷ یہاں تک کہ جانور کو تیز دھار آلہ سے ذبح کرنے کا حکم ہے

۵۔ **لو ان اهل السماء و اهل الارض اشتر کوا فی دم مؤمن لا کبهم الله فی النار.**
حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا اگر آسمان اور زمین مل کر بھی کسی مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم کی آگ میں جھونک دے گا۔ ۴۸
نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے قتل سے اس طرح منع فرمایا کہ اسے کفر سے تعبیر کیا۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ ۴۹

انتہا پسند اپنے فعل کے جواز کیلئے دینی جذبہ وحمیت کا نام لیتے ہیں اس طرز عمل کو صحابہ نے پسند نہ کیا۔ ''حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ابن زبیر کے واقعے کے دوران دو آدمی آئے اور کہا کہ اے ابن عمر لوگ ضائع ہو گئے اور آپ صحابی رسول ہیں آپ کو کیا مانع ہے کہ اس موقعہ پر نکلیں۔ ابن عمر نے جواب دیا کہ میرے اوپر میرے بھائی کا خون حرام ہے اس لئے نہیں نکلتا انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان قاتلوهم حتى لاتكون فتنه ۔ ابن عمر نے جواب دیا ہم نے جنگ کی حتی کہ فتنہ ختم ہو گیا اور دین اللہ کیلئے خالص ہو گیا اور تم جنگ کرتے ہو کہ فتنہ ہو اور دین غیر اللہ کیلئے ہو جائے''۔ ۵۰

انتہا پسند بھی یہی چاہتے ہیں کہ فتنہ ہو اور دین غیر اللہ کیلئے ہو جائے۔

اسلام نے آتش زنی، لوٹ مار، زیر حراست اموات، عصمت دری، سفراء کے قتل، مقتولین کا مثلہ اغوا وغیرہ سے منع کیا ہے۔ جو ظلم/قتل انسانی کی مختلف صورتیں ہیں رہتی دنیا تک اسلام نے ہابیل اور قابیل کو امن پسندی صلح جوئی اور دہشت گردی، انتہائی پسندی کی علامات بنا کر پیش کیا ہے۔

(۵) مذہبی آزادی:

اسلام نے ہر شخص کو پوری مذہبی آزادی دی ہے اور اس معاملہ میں کسی جبر کا قائل نہیں۔ گمراہ طبقات کو دیکھ کر آپ پریشان ہوتے چاہتے تھے کہ وہ راہ ہدایت پر آجائیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فذكر انماانت مذكر لست عليهم بمصيطر. ۵۱

آپ نصیحت کرتے جایئے، آپ کا نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

لا اكراه فى الدين کہہ کر قرآن کریم نے مذہبی آزادی کے عالمگیر اصول کو بیان فرمایا۔ حضرت عمر نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا ''اَنَا عُجُوز'' كبيرة'' وَالموتُ اِلَيَّ قَرِيب''، یعنی میں ایک قریب الموت بڑھیا ہوں آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے اسے مجبور نہ کیا بلکہ لا اكراه فى الدين کی آیت تلاوت فرمائی۔ ۵۱-۱

تاریخ نے اسی سلسلہ کو دہرایا۔ تمدن اسلام وعرب میں ہے ''مسلمانوں کا دوسرے لوگوں سے سلوک اس قدر محبت بھرا اور نرم تھا کہ ان کے سرداروں نے انہیں اپنی مذہبی تقریبات تک منعقد کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ کئی ایک تواریخ میں ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ جو بعض سوالات اور تحقیقات کیلئے پیغمبر اکرم کی خدمت میں پہنچا تھا اس نے اپنی مذہبی عبادت مسجد نبوی میں آزادانہ انجام دی۔ ۵۲

(۶) عزت نفس کا تحفظ:

اسلام کے نزدیک معاشرہ کے ہر فرد کے جذبات قابل احترام ہیں۔ اسلام نے ہر فرد و بشر

کی عزت کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے تمام ضروری ہدایات اور تعلیمات دی ہیں اور ہر ایسے قول و فعل سے منع کیا ہے جس سے دوسرے شخص کی عزت پر کوئی حرف آئے۔ اس ضمن میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ بدگمانی سے بچنے کی تلقین کی ۵۳ اسے جھوٹی بات قرار دیا ۵۴ اور نیک گمان کو کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر قرار دیا۔ ۵۵

۲۔ دوسروں کے عیوب کی ٹوہ لگانے سے منع کر کے ۵۶ مسلمان کے عیوب کی پردہ داری کرنے کا حکم دیا۔ ۵۷

۳۔ غیبت جو نفرت، کینہ اور بغض پیدا کر کے معاشرہ میں انتہا پسندی کے جراثیم کی نشوونما کرتی ہے اس سے بھی بڑی سختی سے منع کر دیا۔ ۵۸

۴۔ ایک دوسرے پر عیب لگانے سے روک دیا گیا ہے ۵۹ اسلوب ایسا اختیار کیا ہے وہ بذات خود پیغام محبت ہے۔ پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں ''جب تم کسی کی پردہ داری کرو گے تو وہ تمہارے عیوب و نقائص ہی طشت از بام کرے گا اور جسکی برائیاں تم کرتے نہیں تھکتے وہ کوئی غیر تو نہیں تمہارا بھائی ہے۔ ۶۰

۵۔ ہر نام اور لقب جو معمولی سے معمولی غیر مطلوب مفہوم رکھتا ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر و تذلیل کا سبب بنتا ہے اسلام اسے ممنوع قرار دیتا ہے۔ ۶۱

اسلام کی اگر درج بالا تعلیمات پر عمل کیا جائے تو انتہا پسندی، اعتدال پسندی کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

(۷) فساد فی الارض کی ممانعت:

آج کل جو تخریب کاری، اسلامی عبادت گاہوں پر حملے اور ہر روز کا قتل عام انتہا پسند طبقے کا کام ہے حالانکہ قرآن کریم میں فساد فی الارض کی ممانعت فرمائی۔ یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اسلامی تعلیمات سے جاہل ہیں۔

قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها. ۶۲

اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔

فساد، قتل سے بھی بڑا جرم ہے، **الفتنة اشدمن القتل**

ایسے انتہا پسند لوگوں کیلئے قرآن کریم نے بڑی ہی سخت سزا تجویز کی ہے، جہنم میں خلود اور غضب الٰہی۔

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءُ ۀ جهنم خالدا فيها و غضب الله عليه. ۶۳

درج بالا تعلیمات کے علاوہ درج ذیل واقعات سیرت واحکام بھی انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہیں:

۱۔ خطبہ حجۃ الوداع: انتہا پسندی کے حوالہ سے عالمی امن، عالمی انسانی برادری کے قیام کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔ نیز معاشی واقتصادی استحصال کے خاتمہ کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ زیردست اور افلاس زدہ انسانیت کے تحفظ کا پیغام دیتا ہے۔

۲۔ صلح حدیبیہ صبر وتحمل اور ضبط نفس کے پیغام کے علاوہ اس بات کی مظہر ہے کہ نیک نیتی پر مبنی مطالبات کا احترام کیا جائے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف اقوام سے ۳۰ سے زائد معاہدات کئے ان کا اساسی مقصد بنی نوع انسان کی بہتری، امن کا قیام، ظلم کا خاتمہ اور اسلام کی رہنمائی میں لوگوں کی معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق کی مساوات ہے۔

۴۔ اسلام نے فرد کو فارغ البالی اور بے روزگار رہنے سے منع کیا اس ضمن میں حضرت عمر کا یہ فرمان اسلام کے اس نکتہ نظر کا صحیح عکاس ہے۔ "**انی لا کره ان اری احدکم فارغا سبهللافی عمل دنیا ه ولافی عمل آخرته** . یعنی میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تمہیں نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں نہ تم دنیا کا کوئی کام کر رہے ہو اور نہ تم آخرت کو سنوار رہے ہو۔ ۶۴

۵۔ تحائف کے تبادلہ کا حکم نبوی "السلام علیکم" کی کثرت، خدمت خلق، دوسروں کیلئے اخلاص وخیرخواہی کے جذبات، جیسے ارشادات بھی واضح کرتے ہیں کہ معاشرہ میں صلح وآشتی، امن وسلامتی، اخوت ومحبت اور پیار بانٹنے کا سلسلہ جاری رہے۔

۶۔ اتحاد امت کی تلقین اور تفرقہ سے اجتناب کا حکم بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔

۷۔ مکی زندگی: دوسروں کو برداشت کرنے، صبر وتحمل اور ضبط نفس کا عملی نمونہ الغرض ہم Global Village کے اس زمانہ میں حقیقت پسند ہو کر یہ کہہ سکتے ہیں۔

قرآن کتاب امن

سیرت رسول - ضابطہ امن

عبادات - حصولِ امن اور فروغِ محبت کی عملی تربیت

تو پھر امت وسط-خیر امت -انتہا پسند، دہشت گرد، جنونی، جذباتی.........وغیرہ کیسے ہوسکتی ہے؟

پاکستان میں انتہا پسندی کے خاتمہ کیلئے تجاویز:

۱۔ انتہا پسندی سے نجات کیلئے ضروری ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی حقیقی روح سے عوام الناس کو آشنا کرنے کیلئے کوشش کی جائے اس سلسلہ میں حکومتی اور انفرادی سطح پر اقدامات کئے جائیں۔

۲۔ لوگوں میں اخلاقیات کے ضمن میں تقویٰ، توکل، قناعت، رزق حلال اور اولی الامر کی اطاعت کا شعور بیدار کیا جائے۔

۳۔ ہر قسم کے تعصبات سے بچنے کیلئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔

۴۔ حکمران اپنے کردار میں انتہائی محتاط رہیں۔

۵۔ ایسی احادیث اور آیات جو اخوت و محبت، اتحاد امت، انسانی عزت و احترام رواداری سے متعلق ہیں ان کو مختلف کرنسی نوٹوں پر تحریر کیا جائے، ہر چوک میں بورڈز لگائے جائیں، ٹیلیویژن اور ریڈیو سے ایسی آیات و احادیث کو نشر کیا جائے۔ جیسے

۱۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

۲۔ اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

۳۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

۴۔ مسلمان کو گالی دینا فسق اور مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۵۔ جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

۶۔ صوفیا کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ انسانی احترام، باہمی محبت، خدمت خلق اور رواداری تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ صوفیا کی تعلیمات کے حوالہ سے اخبارات میں فیچر شائع کئے جائیں، نصاب کی کتابوں میں ان کو شامل کیا جائے اور ریڈیو ٹیلی ویژن پر نشر کئے جائیں.

۷۔ ہمارے اسلاف، صحابہ، اہل بیت، اولیاء، محدثین، پوری امت کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ان کے ایام ولادت و وصال کو سب مکاتب فکر اکٹھا مل کر منائیں

ایک ہی سٹیج پر مختلف مکاتب فکر کے رہنما موجود ہوں تو عوام میں اعتدال آئے گا یہ اہتمام سرکاری وغیر سرکاری ادارے کریں۔

۸۔ تاریخ اسلام کو از سر نو مرتب کر کے ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات سے پاک کیا جائے۔ مسلمانوں کے شاندار ماضی کو اجاگر کیا جائے۔

۹۔ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس (حفظ اور ناظرہ کے درجات کو چھوڑ کر اس وقت پاکستان کے دینی مدارس کے طلباء کی تعداد تقریباً دولاکھ ہے) میں یکساں نصاب رائج کیا جائے اور پانچ مختلف وفاق بنانے کی بجائے ایک بورڈ کے تحت امتحان لئے جائیں۔ اس سلسلہ میں اساتذہ کو خصوصی تربیت دی جائے۔

۱۰۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر کی جائے۔

۱۱۔ خدمت خلق کی اہمیت اور معاشرتی ارتقاء میں اسکا کردار اور خدمت خلق کیلئے اسلام کی خصوصی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔

۱۲۔ تنگ نظری قوم پرستی، نسلی دشمنی اور مذہبی تعصب سے نجات حاصل کی جائے۔ اس کیلئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر مذہبی عدم رواداری کے خلاف وسیع پیمانے پر مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کو اس بات کی پوری آزادی دینا ہوگی کہ ہر کوئی اپنے طریقے سے عبادات اور رسوم ادا کرے اور کوئی بھی دوسرے مسلک پر اپنے مسلک کے تصورات کو مسلط نہ کرے۔

۱۳۔ فرقہ ورانہ تنظیموں کو خلاف قانون قرار دیا جائے اور مذہبی عقائد و اعمال پر مشتمل لٹریچر تیار کروایا جائے اور مفت تقسیم کیا جائے یہ لٹریچر دینی بصیرت کا سبب بنے۔ اسی طرح مختلف مکاتب فکر کے رہنما مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کے نظریات کے بارہ میں صحت مندانہ مکالمہ کریں اور اسلام کی ایک تعبیر پر اتفاق کریں۔

۱۴۔ شیعہ اور سنی مکتبہ فکر کی متفق روایاتِ حدیث کا مستند مجموعہ مرتب کیا جائے۔

۱۵۔ کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا اور لکھنا قابل سزا جرم قرار دینے کیلئے قانون سازی کی جائے۔

۱۶۔ ملک میں موجود ہر قسم کے متنازعہ لٹریچر کو ضبط کر لیا جائے اور آئندہ سے ایسے لٹریچر پر پابندی لگادی جائے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النساء:۱۷۱، سورۃ المائدہ:۷۷

۲۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، اسلامک اکیڈمی لاہور ۱۹۸۶ء جلد اول ص:۴۰۴

۳۔ Abdullah Yousaf Ali, The Holy Quran, text, translation and commentary,Shah Muhammad Ashraf Publishers Lahore1983,page 233

۴۔ سورۃ الفاتحہ:۷

۵۔ سورۃ الفاتحہ:۷

۶۔ سورۃ النساء:۱۷

۷۔ سورۃ البقرۃ:۱۱

۸۔ سورۃ الحدید:۲۷

۹۔ سورۃ البقرہ:۱۹۱

۱۰۔ سورۃ البقرہ:۲۵۶

۱۱۔ البقرہ:۱۴۳

۱۲۔ تفسیر نمونہ جلد اول، ص:۳۴۹-معارف القرآن جلد اول ص:۳۷۱

۱۳۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، اسلامک پبلی کیشنز لاہور جلد اول ص:۱۱۹

۱۴۔ ابن حجر العسقلانی، المطالب العالیہ، تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی، دارالمعرفۃ بیروت، جلد اول ص:۱۱۷، رقم الحدیث۴۲۲/ الھیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، بیروت ۱۹۸۶، جلد ۶، ص:۲۵۹

۱۵۔ بخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن......

۱۶۔ بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر......

۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح

۱۸۔ العسقلانی، احمد بن علی، (م:۸۵۲ھ) فتح الباری، دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور جلد:۱۲، ص:۵۱۴

۱۹۔ شعرانی، عبدالوہاب بن احمد، الیواقیت والجواہر، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص:۵۳۰

۲۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعدقولہ لااِلٰہ الا للّٰہ

۲۱۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، ترجمہ مولانا سعید نقشبندی، کراچی، دفتر سوم، مکتوب: ۳۹

۲۲۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م: ۲۷۹ھ) کتاب الایمان، باب افتراق ھذہ الامۃ

۲۳۔ وحدت امت' ص: ۱۸

۲۴۔ عامر رانا، جہاد کشمیر وافغانستان، مشعل لاہور ۲۰۰۲ ص: ۱۷-۱۸

۲۵۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام

۲۶۔ ملاحظہ فرمایئے المائدہ: ۴۵، المائدہ: ۳۸، النور: ۲، النور: ۴
مزید دیکھیئے الشاطبی، ابواسحٰق ابراھیم بن موسیٰ (م: ۷۹۰)، الموافقات فی اصول الشریعۃ مترجم عبدالرحمٰن کیلانی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور ۱۹۹۳، جلد ۲، ص: ۱۵

۲۷۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی العصبیۃ

۲۸۔ بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاھلیۃ

۲۹۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب نصر الاخ ظالما او مظلوماً

۳۰۔ سورۃ الانعام، آیت: ۱۰۸

۳۱۔ سورۃ آل عمران، آیت: ۶۴

۳۲۔ ابوداؤد، کتاب الحج، باب الصلوٰۃ

۳۳۔ محمد گوندلوی، حافظ، درس بخاری، مرتبہ منیر احمد سلفی، اسلامک پبلشنگ لاہور، ۱۹۹۲ء ص: ۸۱

۳۴۔ محمد حمیداللہ' ڈاکٹر' خطبات بہاولپور' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد' ص ۳۴

۳۵۔ ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ بن احمد، المغنی، مکتبہ الریاض الحدیثۃ الریاض ۱۹۸۰ء جلد ۲، ص: ۱۸۶

۳۶۔ المغنی لابن قدامہ جلد ۲، ص: ۱۸۹

۳۷۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد (م: ۴۵۶ھ) المحلی، تحقیق شیخ احمد محمد شاکر، دار الآفاق الجدید بیروت جلد ۴: ۲۱۴

۳۸۔ المحلی جلد ۴، ص: ۲۱۴/ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، دار عالم الکتب الریاض ۱۹۹۱ء جلد ۲۳، ص: ۳۴۷

۳۹۔ محمد اسحٰق، مولانا، وحدت امت مکتبہ ملیہ فیصل آباد ص: ۵۹ بحوالہ مولانا محمد یوسف بنوری' معارف السنن' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی' ج ۲' ص ۳۳۳

۴۰۔ مصدر سابق ص: ۲۲

۴۱۔ اس مسئلہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں:
(۱) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، (مترجم مولانا عبدالحق حقانی، فرید بک سٹال لاہور
(۲) اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل، فاران اکیڈمی لاہور
(۳) صدرالدین اصلاحی، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور
(۴) محمد اسحٰق، مولانا، وحدت امت' مکتبہ ملیہ فیصل آباد
(۵) قریشی، محمد اسحٰق، پیغمبر امن وسلامتی، زاویہ لاہور
۴۲۔ محمد شفیع، مفتی، وحدت امت، طارق اکیڈمی، فیصل آباد ۲۰۰۴ء ص: ۳۰-۳۲
۴۳۔ محمد شفیع مفتی، وحدت امت، ص: ۵۷
۴۴۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل النساء
۴۵۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، صحیح سنن الترمذی تحقیق ناصرالدین البانی، مکتبہ المعارف الریاض ۲۰۰۰ء کتاب الدیات، باب الحکم فی الدما جلد ۲، ص: ۱۰۳
۴۶۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار، مصر ۱۹۶۱ جلد ۷ ص: ۱۳۰ ابسند ضعیف
۴۷۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی قتل الاثیر بالنبل کی روایت سے استنباط
۴۸۔ صحیح سنن ترمذی' ص: ۱۰۴ اباب ماجاء فیمن یقتل نفس معاہدہ
۴۹۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان معنی قول النبی ﷺ لاترجعوا بعد کفارا......
۵۰۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة
۵۱۔ سورۃ الغاشیہ ۲۱-۲۲
۵۱-الف۔ محمد شفیع مفتی، معارف القران، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۱ء جلد اول ص: ۶۱۷
۵۲۔ شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، جلد اول ص: ۶۰۲
۵۳۔ سورۃ الحجرات، آیت: ۱۲
۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکون من الظن
۵۵۔ ابن کثیر ابوالفداء اسماعیل (متوفی ۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم، جمعیۃ احیاء التراث

الاسلامی،کویت ۲۰۰۰ء جلد۴،ص:۲۶۹)

۵۶۔ سورۃ الحجرات، آیت:۱۲

۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب البر و لصلة باب بشارہ من ستر اللّٰہ تعالیٰ عیبه فی الدنیا......

۵۸۔ سورۃ الحجرات، آیت:۱۲

۵۹۔ سورۃ الحجرات، آیت:۱۱

۶۰۔ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۲ھ جلد:۴،ص:۵۹۴

۶۱۔ سورۃ الحجرات، آیت:۱۱

۶۲۔ سورۃ البقرہ:۱۱۴

۶۳۔ سورۃ النساء، آیت:۹۳

۶۴۔ ضیاء القرآن، جلد:۵،ص:۶۰۱